بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فإذا هو زاهق ولكم الويل مما تصفون (القرآن)

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں کہ وہ اسکو چور چور کر ڈالتا ہے پھر باطل مٹ جاتا ہے اور اہل باطل تمہارے لیے ہلاکت ہے ان باتوں سے جو تم بناتے ہو

مجموعہ

رسائلِ چاندپوری

جلدِ اول

رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ ناظمِ تعلیمات
وشعبۂ تبلیغ دار العلوم دیوبند وخلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین لاہور

۶۔ بی شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ

سلسلۂ مطبوعات (۴)

نام کتاب :- ———— مجموعہ رسائل چاندپوری

مصنف :- ———— مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ

تاریخ طباعت :- ———— ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ / اکتوبر ۱۹۷۰ء

ناشر :- ———— انجمن ارشاد المسلمین لاہور

پریس :- ————

تعداد :- ———— ایک ہزار

قیمت :- ————

ملنے کے پتے

(۱) سبحانی اکیڈمی - ۱۹ / اردو بازار ———— لاہور

(۲) انجمن ارشاد المسلمین ۶ بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ - لاہور

(۳) مدرسہ عربیہ حفظ القرآن سرکلر روڈ کہروڑپکا ضلع ملتان

نوٹ :- بذریعہ ڈاک منگوانے والے حضرات پتہ نمبر ۲ سے منگوائیں

فہرست

مقدمہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۰

یہ چمن یوں تلخ نوائی مری گوارا کر | کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

انگریز نے اپنی مشہور زمانہ پالیسی "ڈیوائڈ اینڈ رول" لڑاؤ اور حکومت کرو کے ماتحت ہندوستان کے مسلمانوں میں تفریق و انتشار کے وہ بیج بوئے جو جلد ہی ایک تناور درخت بن کر نمودار ہوئے اور افتراق و تشتت، تکفیر و تفسیق اور انتشار و انارکی ایسے زہریلے ثمرات جو حنظل سے زیادہ تلخ اور تھوہر سے زیادہ خار دار تھے امت مسلمہ کے دامن اتحاد میں ڈال دئے اور انھوں نے نہ صرف نظریاتی اختلافات کے دھبوں سے ان کے بے داغ دامن کو داغدار بنایا بلکہ یہ اختلافات کچھ اس نوعیت کے تھے کہ ساتھ ہی ان کے دامن اتحاد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تار تار کر دیا۔ شاطران یورپ نے ہندوستان کی بساطِ سیاست پر اپنے مخالفین (جن میں جوش و ولولہ اور جذبۂ جہاد آزادی کے لحاظ سے مسلمان سب سے پیش پیش تھے) کو شکست دینے کے لیے جن دو قلمی مہروں کو استعمال کیا ان میں مرزا غلام احمد قادیانی (م ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) اور جناب احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) سرِ فہرست ہیں۔ اول الذکر سے رد آریہ، رد عیسائیت اور حقانیت اسلام ایسے موضوعات پر ابتداءً کام لیا گیا۔ چنانچہ ان موضوعات پر انھوں نے متعدد کتابیں اور رسائل تحریر کیے۔ نیز آریوں اور عیسائیوں سے مناظرے کیے تاکہ مسلمانوں کے قلوب میں ان کا احترام و عقیدت اور مناظرانہ قابلیت میں ان کا تفوق و برتری جاگزیں ہو جائے اور ساتھ ساتھ خوارق و کرامات اور کشف و شہود کے

دعوی کیے تاکہ جو لوگ طبعاً پیر پرست اور مشائخ و بزرگوں کے غلو کی حد تک عقیدت مند واقع ہوئے ہیں وہ بھی بآسانی زیرِ دام آسکیں۔ اور پھر ان تمام مراحل کے بعد اس کے ذریعہ جہاد کو منسوخ کرایا گیا اور چونکہ احکام الٰہیہ کی تنسیخ صرف نبی کی زبانی معلوم ہو سکتی ہے اس لیے دعویٰ نبوت بھی کرا دیا گیا۔ نیز حکومت برطانیہ کی تعریف و توصیف اور اس کی بیدار مغزی اور عدل و انصاف کے اعلانات کرائے گئے اور جس کسی نے اس کی مخالفت کی اسے کافر مرتد قرار دیا گیا۔ لیکن دعویٰ نبوت کے باعث انگریز کا یہ "خود کاشتہ پودہ" انگریز کے کما حقہ کام نہ آسکا۔ جو فرائض و ذمہ داریاں مرزا غلام احمد قادیانی کما حقہ ادا نہ کر سکا تھا ان کو مرزا صاحب کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر بیگ[1] کے شاگرد رشید جناب احمد رضا خان نے باحسن وجوہ سرانجام دیا:۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ذمہ اصولی طور پر دو کام تھے۔ (۱) تنسیخ جہاد اور انگریزی حکومت کی تعریف اور اس کے عدل و انصاف، رحمدلی و بیدار مغزی کی اشاعت کرنا تاکہ عوام کے دلوں سے حکومت برطانیہ کی نفرت و عداوت ختم ہو اور مجاہدین آزادی اور ان تمام لوگوں کو کافر و مرتد قرار دینا اور ان سے باز رہنے کی تلقین کرنا جو اس کے اس مشن کے مخالف ہوں (۲) ایسے عقائد و نظریات کی اشاعت کرنا جو نہ صرف قرآن و سنت کے خلاف ہوں بلکہ امت مسلمہ کے تیرہ سو سالہ اجماع سے بھی متصادم ہوں تاکہ اس طرح ملت اسلامیہ اندرونی طور پر باہم گریبان ہو کر اپنی قوت و طاقت ختم کر ڈالے اور انگریز بہادر آرام کے ساتھ حکومت کرتا رہے اور خود آنجناب خفیہ سرکاری وظائف سے اپنے عشرت کدوں میں متمتع و مستفید ہوتے رہیں۔

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی ص۲ ج۱ طبع کراچی۔

یہی دونوں کام بریلی کے "بڑے حضرت" نے سرانجام دیئے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ پچھلے تلخ تجربہ کی بناء پر ان سے دعویٰ نبوت نہیں کرایا گیا بلکہ ان "بڑے حضرت" نے اپنے فرائض اس طور پر سرانجام دیئے کہ اپنے سنی حنفی ہونے اور مخالفین کے وہابی، نیچری، دیوبندی، ندوی، رافضی، غیر مقلد، کافر، مرتد، واجب القتل، بے دین، ملحد، زندیق اور نامعلوم کیا کیا ہونے کا زور دار پروپیگنڈہ کیا اور ملت اسلامیہ کے اساطین علم وفضل اور شہسواران میدان سیاست پر دن دہاڑے ایسے ایسے الزامات لگائے اور ایسے ایسے غلط بہتان تراشے کہ شرم وحیا سر پیٹ کر رہ گئی۔ اس طرح انتہائی چالاکی اور عیاری سے انھوں نے پوری امت مسلمہ کو دفاعی جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا خواہ وہ ارباب علم وفضل ہوں یا صاحبان جبہ و دستار خواہ وہ میدانِ ادب وصحافت کے شہسوار ہوں یا اقلیم سیاست کے تاجدار۔ اگر ان کے کسی الزام کا دس بار جواب دیا گیا تو انھوں نے ہزار بار اس الزام کو اس طرح دہرایا گویا اس الزام کا کوئی جواب ہی نہیں دیا گیا۔ ہمارے خیال میں اگر اس فتنہ کی پیدائش کے وقت سے ہی دفاع پر سارا وقت صرف کرنے کی بجائے ان کے اصل مشن کو آشکارا کیا جاتا اور ان کے عقائد ونظریات سے پردہ اٹھایا جاتا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نام نہاد ٹھیکیداروں نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیز دیگر اولیاء عظام اور مفسرین ومحدثین وفقہاء کی شان میں جو گستاخیاں کی ہیں ان سے عوام کو آگاہ کیا جاتا تو اب تک یہ فتنہ اگر بالکلیہ ختم نہ ہوا ہوتا تو اس کے پھلنے پھولنے کے تمام مواقع یقیناً ختم ہو چکے ہوتے۔ لیکن افسوس سارا وقت اپنے اوپر سے الزامات کے دفعیہ میں ضائع ہو گیا اور ناواقف عوام زہریلے پروپیگنڈے کے باعث یہ سمجھنے لگے کہ بریلوی حضرات میں عشق رسول اور اتباع سنت بدرجہ اتم پایا جاتا ہے اور وہی فی الواقع سنی اور اہل سنت و جماعت ہیں اور ان کے مخالف اولیٰ توہین اولیاء کرام

(معاذ اللہ) اور گستاخی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام (خاک بدہن گستاخ) کے باعث دائرۂ اسلام ہی سے خارج ہیں ورنہ کم از کم اہل سنت وجماعت سے خارج ہونا تو یقینی سی بات ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اگر اس صورت حال کو دیکھتا تو یہ شعر ضرور پڑھتا ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق　　او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم

مرزا غلام احمد قادیانی سے متعلق دوسرے کام کو بریلی کے "بڑے حضرت" نے کس طرح سرانجام دیا۔ اس کی تفصیلات کو ہم آئندہ کسی فرصت کے موقع کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ البتہ پہلا کام مرزا صاحب کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر بیگ کے شاگرد رشید جناب احمد رضا خاں کے ہاتھوں کس طرح بحسن وخوبی انجام پایا۔ اس سلسلہ میں چند باتیں ہم یہاں عرض کرتے ہیں۔

(۱) چونکہ شرعاً جہاد آزادی کا دار ومدار ہندوستان کے دار الحرب ہونے پر تھا جس کا فتویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) انیسویں صدی کے بالکل آغاز ہی میں دے چکے تھے اور انہی کے فتویٰ کی بنیاد پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت سید احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) اور شاہ صاحب کے حقیقی بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) اور داماد مولانا عبدالحی صاحب (م ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۸ء) نے برصغیر میں اقامتِ جہاد کا کام شروع فرما دیا تھا۔ اس لیے سب سے پہلے ضرورت اس امر کی تھی کہ اس بنیاد جہاد کو منہدم کر دیا جائے۔ تحریک مجاہدین اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کو اس کی ضرورت کا احساس شدید تر ہو گیا۔ چنانچہ احمد رضا خاں صاحب خم ٹھونک کر میدان میں آئے اور ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتویٰ کے بالکل برعکس فتویٰ دیا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے[۱]۔ اور بعد ازاں نصرۃ الابرار (مطبوعہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)

---

[۱] جس وقت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیا تھا اس وقت ہندوستان پر انگریز کا تسلط قائم ہو رہا تھا جبکہ پون صدی بعد اس کا اقتدار ہندوستان پر مستحکم ہو گیا تھا جبکہ احمد رضا خاں صاحب اس کے دار الاسلام ہونے کا فتویٰ دے رہے تھے ؎
ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ منہ

ہیں مروست کا جو فتویٰ شرکتِ کانگریس [1] بلکہ کسی بھی ہندو مسلم مشترکہ جماعت میں شرکت کے جواز کے [2]
بارے میں چھپا اس میں بھی یہ تحریر فرمایا۔ "فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ اعلام الاعلام بان
ہندوستان دار السلام میں بدلائل ساطعہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان دار الاسلام ہے اسے دار الحرب
کہنا ہرگز صحیح نہیں" نصرۃ الابرار ص۱۹ نیز عرفان شریعت ص۸ ج۱، اور احکام شریعت ص۴ ج۲
وغیرہ کتب میں بھی ہندوستان کے دار الاسلام ہونے کی تصریح فرمائی ہے [3]۔ خوب فرمایا ہے
علامہ اقبال مرحوم نے ؎

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

---

[1] شرکتِ کانگریس کے جواز کا فتویٰ اس وقت کی بات ہے جبکہ ایک ریٹائرڈ انگریز افسر مسٹر ہیوم کے ۱۸۸۵ء میں کانگریس کی بنیاد رکھنے کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور کانگریس ابھی آزادی کے نام سے بھی آشنا نہ تھی بلکہ اس کے برعکس اس کے ابتدائی اغراض و مقاصد میں یہ شق "ہندوستان اور انگلستان میں اتحاد و یگانگت کو استوار کرنا" شامل تھی ملاحظہ ہو نقشِ حیات ص۸ ج۲ اور جب سے اس نے انگریز کے خلاف آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کر دیا تو پھر یہ "بڑے حضرت" اس کے سخت ترین مخالف ہو گئے۔ منہ

[2] اسی فتویٰ میں لکھا ہے اور ہنود زمانہ عند التحقیق ان سب احکام (قتلِ ہنود کے جرم میں مسلمان سے قصاص لینا، بیماری میں ہندو کی عیادت کو جانا، موت کی صورت میں تعزیت کے لیے جانا اور اس کے ساتھ تمام دنیاوی معاملات کا جائز ہونا) کے مستحق ہیں خصوصاً اس معاملہ میں انہیں شریک کرنا جس میں رفاہِ عام و نفعِ انام و حفظ حقوق و مراعات حقوق اہل کار اس میں خاص انہیں کا فائدہ نہیں بلکہ اپنا اور تمام اہلِ وطن کا نفع ہے" نصرۃ الابرار ص۳۰

[3] بعض بریلوی حضرات کی جانب سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کے رسالہ "تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الہندوستان" کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ دیکھیے حضرت تھانوی رح بھی ہندوستان کو دار الاسلام قرار دے رہے ہیں۔ اگر ہندوستان کو دار الاسلام قرار دینے سے انگریز کا ایجنٹ اور وظیفہ خوار ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر حضرت تھانویؒ کو بھی اسی فہرست میں شامل کر دو (ملخص "دو اہم فتویٰ")
جواباً گزارش ہے کہ حضرت تھانویؒ کے نزدیک ہندوستان قطعاً دار الاسلام نہیں ہے بلکہ وہ بھی دوسرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵ سے آگے)

علماء دیوبند کی طرح ہندوستان کے دار الحرب ہونے کے ہی قائل تھے اور یہی ان کا اپنا تحقیقی مسلک ہے البتہ وہ اپنے انتہائی عزم و احتیاط اور شدتِ تقویٰ و پرہیزگاری کے باعث ہندوستان میں سودی معاملات کی اجازت نہیں دیتے ہیں کیونکہ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ/۷۹۵ء) اور امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ/۸۱۹ء) اور امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ/۸۵۵ء) نیز حنفیوں میں سے امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) کے نزدیک سود کا لین دین دار الحرب میں بھی جائز نہیں ہے صرف امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ/۷۶۷ء) اور امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ/۸۰۵ء) دار الحرب میں حربی کافر سے (نہ کہ مسلمان سے) سود لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ سود دینا ان حضرات کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ہندوستان میں سود لینے کی قطعاً اجازت نہ دی جائے کیونکہ احادیث پاک میں سود کے بارے میں انتہائی شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ سود کا ایک درہم لینا چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ بدتر ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۲۳ھ/۶۴۴ء) ارشاد فرماتے ہیں ایک چیز کے نو حصے حلال ہوں لیکن دسویں حصہ میں سود کا شبہ ہو تو ہم ان نو حلال حصوں کو بھی سود کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں لیکن بایں ہمہ چونکہ بعض حضرات ہندوستان کے دار الحرب ہونے اور اپنے حنفی ہونے کے ناطے سے سود لینے سے احتیاط نہیں کرتے تھے بلکہ مسلمانوں سے بھی سود لے لیتے تھے جو کہ مذہب حنفی میں بھی جائز نہیں ہے اس لیے حضرت تھانوی رح نے تدقیقات سے قطع نظر کرتے ہوئے اور اپنے تحقیقی مسلک کو ظاہر کیے بغیر لوگوں کو سود سے بچانے کے لیے بنظرِ احتیاط ہندوستان کو دار الاسلام لکھ دیا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب ارشاد فرماتے ہیں "یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے" احکام شریعت ج۲ ص۱۶۔ رہا حضرت تھانوی رح کا اپنا تحقیقی مسلک تو ان کی ذیل کی عبارت سے ملاحظہ فرمائیں "شرعی اصطلاح میں دار الحرب کی تعریف یہ ہے کہ جہاں پورا تسلط غیر مسلم کا ہو۔ تعریف تو یہی ہے۔ آگے جو کچھ فقہا نے لکھا ہے وہ امارات ہیں اور ہندوستان میں غیر مسلم کا پورا تسلط ہونا ظاہر ہے" ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ ص۳۴۱ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (م ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) جو حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز بھی ہیں اور سیاستاً ان سے ہر طرح متفق بھی اپنے فتویٰ میں ہندوستان کے دار الحرب ہونے کی ہی تصریح فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ "ہندوستان موجودہ زمانے میں ہمارے حضرات کے نزدیک دار الحرب ہے" امداد المفتیین ج۲ ص۹۰۶ اگر حضرت تھانویؒ کا مسلک ہوتا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے تو پھر مفتی صاحب یہ فرماتے کہ "ہندوستان ... ہمارے حضرات کے

(بقیہ حاشیہ صلا سے آگے)

نزدیک دارالحرب ہے۔" نیز حضرت تھانویؒ بھی "تحذیر الاخوان" والے قول کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے چنا
چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں (مثلاً احمد رضا خاں صاحب) نے ہندوستان کو دارالاسلام بھی کہا ہے اور
ان کی دلیل اگرچہ کمزور و ضعیف جیسی بھی ہے۔ "تحذیر الاخوان" میں مذکور ہے۔ ملخص امداد الفتاوی ج ۳ ص ۱۱۵ اور
اگر ان کا اپنا مسلک یہ ہوتا ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اور اسی کو ثابت کرنے کے لیے رسالہ مذکورہ لکھا
ہوتا تو یوں ارشاد فرماتے کہ "ہندوستان دارالاسلام ہے اور میں نے اس کا دارالاسلام ہونا "تحذیر الاخوان"
میں بدلائل ثابت کر دیا ہے۔" لیکن ایسا نہیں کیا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے صرف مسلمانوں
کو سود سے بچانے کے لیے ایک احتیاطی تدبیر کے طور پر رسالہ مذکورہ میں ہندوستان کو دارالاسلام لکھا ہے
گویا ان کا مقصد یہ ہے کہ سود کے معاملہ میں ہندوستان کو دارالاسلام سمجھو جیسا کہ ان کی کتاب کے نام سے ہی یہ
بات واضح ہو رہی ہے کیونکہ ان کی کتاب کا نام ہے "تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الہندوستان" جس کا مطلب ہے
اپنے مسلمان بھائیوں کو ہندوستان میں سودی معاملات سے بچانا" اس کے برعکس احمد رضا خاں صاحب کی کتاب
کا نام ہے "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" یعنی بڑے بڑے لوگوں (مجاہدین آزادی وغیرہ)
کو مطلع کرنا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اس نام سے ہی یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ احمد رضا خاں صاحب کا
مقصد ملک میں صرف یہ ڈھنڈورا پیٹنا ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے" تاکہ مجاہدین آزادی کی جدوجہد کو
سبوتاژ کیا جا سکے۔ انہیں سود کی حرمت اور لوگوں کو اس سے بچانے کی کوشش سے کیا غرض! انجناب نے
تو ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے ہوئے بھی سود کے حلال و طیب ہونے پر ایک کتاب "کفل الفقیہ الفاہم
فی احکام قرطاس الدراہم" نامی تصنیف کر کے شائع فرمائی ہے اور اپنی امت کے لیے یہ آسانی کر دی کہ جتنا
چاہو سود حاصل کر کے منافع کماؤ بس اتنا خیال رہے کہ سود حاصل کرنے کے لیے جب کسی دوسرے شخص کو رقم دو
تو وہ نوٹوں کی صورت میں ہونی چاہیے اور اس کو دیتے وقت یہ کہو کہ میں یہ رقم تجھے قرض نہیں دے رہا ہوں بلکہ یوں
کہو کہ یہ نوٹ (مثلاً سو روپیہ کا نوٹ) میں تیرے ہاتھ اتنی زائد رقم (مثلاً سوا سو [۱۲۵] روپیہ) کے عوض بیچتا ہوں پھر
وہ شخص جب چاہے اپنا کام سر انجام دینے کے بعد اصل رقم مع زائد (سوا سو [۱۲۵] روپیہ) پہلے شخص کو دے دے۔
اب یہ زائد رقم (مثلاً ۲۵ روپیہ) پہلے شخص کے لیے بالکل حلال طیب اور پاکیزہ ہوگی کسی قسم کی کراہت کا اس میں
شائبہ بھی نہ رہے گا۔ چنانچہ بریلویوں کے سابق مفتی اعظم و شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور جناب
ابو البرکات سید احمد (م ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) نے اس کتاب کا اشتہار ان الفاظ میں شائع کیا تھا "کفل الفقیہ:۔

(۳) دنیا بھر کے مسلمان ترکی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے خلاف صدائے احتجاج
بلند کر رہے تھے، نیز خلافت عثمانیہ کے تحفظ و بقاء کی خاطر اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے
کے لیے تیار تھے اور حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) نے
مسئلہ خلافت کے متعلق ایک انتہائی معرکۃ آرا اور محققانہ مضمون "مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب"
کے نام سے تحریر فرما کر شائع کیا اور جس میں متعلقہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو بڑی وضاحت اور
پر زور دلائل کے ساتھ تحریر فرما کر خلافت کی شرعی اہمیت و ضرورت کو واضح کیا نیز پیدا ہونے
والے تمام اشکالات کو بحسن و خوبی رفع فرما دیا تھا، لیکن انگریز کے کسی بھی ایجنٹ اور وظیفہ خوار

نوٹ کے متعلق چند مسائل کہ جائز طور پر خاطر خواہ نفع حاصل کرو اور سود نہ ہو۔ نیز گنگوہی اور مولوی (عبد الحی)
صاحب لکھنوی کے فتووں کا رد" ملاحظہ ہو حسام الحرمین حزب الاحناف صفحہ آخر۔ بینکوں میں تو سود
سال کے بعد ملتا ہے اور وہ بھی "خاطر خواہ" نہیں بلکہ جتنے فیصد مقرر ہے اتنا ہی ملے گا۔ بریلویوں
کے چودھویں صدی کے مجدد احمد رضا خاں صاحب نے اپنی امت کے لیے بڑی آسانی فرما دی کہ خواہ
چند یوم کے لیے ہی ادھار دو لیکن اس پر سود "خاطر خواہ" جتنا دل چاہے حاصل کر سکتے ہو۔ یہی نظام
مصطفیٰ کا وہ ایڈیشن ہے جو بریلی میں تیار ہوا ہے

بریں عقل و دانش بباید گریست

بہرحال یہ بات پوری طرح کھل کر سامنے آ گئی کہ حضرت تھانویؒ کے نزدیک بھی ہندوستان دار الحرب ہی
ہے اور ہندوستان کے دار الحرب ہونے کے قائل ہونے کے باوجود وہ مسلمان بھائیوں کو ہندوستان میں
سود لینے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش فرماتے ہیں اور اس کے بالکل برعکس بریلویوں کے اعلیٰ حضرت اور چودھویں
صدی کے مجدد احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کو دار الاسلام قرار دینے کے باوجود جوازِ سود پر ایک کتاب
"کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" نامی لکھ کر شائع فرماتے ہیں اور اس طرح سود لینے کی کھلی چھٹی دے دیتے
ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ان تمام حقائق کے برعکس یہ شور و غوغا کرتے چلے جانا کہ حضرت تھانویؒ کی تحقیق کے مطابق بھی ہندوستان
دار الاسلام ہے، بریلویوں کی اس مخصوص پالیسی کا حصہ ہے کہ اس قدر جھوٹ بولو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگ جائیں۔ منہ

کے لیے ایسے اہم موقع پر خاموش بیٹھے رہنا کب ممکن تھا۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب نے ایک کتاب "دوام العیش فی الائمۃ من قریش"[1] لکھ ماری، اور ایک حدیث کا غلط سہارا لے کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ خلیفۃ المسلمین کا نسباً قریشی ہونا ضروری ہے۔ اور غیر قریشی شخص شرعاً خلیفہ بن ہی نہیں سکتا۔ مطلب یہ ہوا کہ جس خلافت کو انگریز کی دستبرد سے بچانے کی کوششیں ہو رہی ہیں جب شرعاً اس کا جواز ہی نہیں ہے تو یہ تمام مساعی نہ صرف یہ کہ لاحاصل و بیکار ہیں بلکہ ناجائز بھی ہیں۔ اس لیے اول تو حکومت برطانیہ کا ہاتھ بٹاؤ تاکہ وہ ایک غیر شرعی نام نہاد خلافت کو صفحۂ ہستی سے بآسانی اور جلد سے جلد مٹا سکے ورنہ کم از کم آرام کے ساتھ گھر میں بیٹھو۔ کیونکہ ایک غیر شرعی چیز کی حمایت میں آتنی لمبی چوڑی قربانیاں پیش کرنا اور اپنا جانی و مالی نقصان کرتے ہوئے حکومت برطانیہ سے ٹکر لینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ دنیا و آخرت دونوں کے خسارہ کے علاوہ اور کیا حاصل ہوگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا تھا۔

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضا مند — تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

(۳) ہندوستان میں جہادِ آزادی کے بارے میں احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں۔ "مسلمانانِ ہند پر حکمِ جہاد و قتال نہیں"[2] نیز ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے "جہاد" بیانی ہم اوپر بیان کر چکے کہ بنصِ قرآنِ عظیم ہم مسلمانانِ ہند کو جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کو واجب بتانے والا مسلمانوں کا بدخواہ مبین" اس عبارت کو دوبارہ پھر بغور پڑھئے فرماتے ہیں جہادِ آزادی کو واجب بتانے والا مسلمانوں کا خیرخواہ نہیں بلکہ کھلم کھلا بدخواہ ہے۔

---

[1] دوام العیش فی الائمۃ من قریش ص۱۰

[2] المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ص۹۵

اور بریلوی حضرات سے دریافت فرمائیے کہ جہادِ آزادی کے سلسلہ میں جناب کی یہی خدمات ہیں جن کی بنیاد پر آج اپنے آپ کو جہادِ آزادی کا علمبردار قرار دیا جاتا ہے۔ سچ ہے کہ

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

بریلویوں کے مفتی اعظم ہند اور احمد رضا خان صاحب کے صاحبزادے محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب ہندوستان کے حالات کا ایک من گھڑت نقشہ پیش کرنے کے بعد یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں: "ایسی حالت میں جہاد جہاد کی رٹ لگانا غیر قوموں کو اپنے اوپر ہنسانا اور ان سے یہ طعن اٹھانا ہے کہ

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا — لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اور جبکہ وہ (جہاد) ان شنائع قبائح پر مشتمل ہے حرام حرام حرام ہے وہ ہرگز حکمِ شرع نہیں۔ شریعت پر افتراء اور زیادت ہے جو آج اسے حکمِ الٰہی و امرِ حضرت رسالت پناہی ٹھہرا رہے ہیں مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں"[1]

بریلوی حضرات سے سردست ہم صرف یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء میں پاکستان کے اندر چلنے والی تحریک نظامِ مصطفیٰ کو آپ حضرات جہاد قرار دیتے ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کی نظروں میں یہ تحریک جہاد کا حکم رکھتی ہے تو کیا مذکورہ بالا شعر ان حالات میں صادق نہ آتا تھا! کیا مسلمان عوام بالکل نہتے اور غیر مسلح اور برسرِ اقتدار فریق ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح نہ تھا؟ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ تحریک نظامِ مصطفیٰ تو جہاد کہلائے اور متحدہ ہندوستان میں چلنے والی تحریکاتِ آزادی بقول آپ کے حرام حرام حرام قرار پائیں؟ اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ چونکہ آپ کے بعض حضرات بھی

---

[1] طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد ص۳

اس تحریک میں دیگر برائے نام سنی[1] شامل تھے اس لیے یہ تحریک نظام مصطفیٰ جہاد قرار پائی تاکہ اپنے آپ کو مجاہد قرار دے سکیں اور متحدہ ہندوستان میں انگریز کے خلاف آزادی کی تحریکات میں آپ کی شمولیت نہ تھی اس لیے وہ حرام حرام حرام قرار دے دی گئیں۔ اور اگر یہ تحریک نظام مصطفیٰ بھی جہاد نہ تھی تو پھر آپ حضرات نے مسلمان عوام کو کیوں حرام موت مروایا (نعوذ باللہ) عبدالحکیم شرف صاحب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں "نصاریٰ کی حکومت میں جہاد تو ممکن نہیں تھا ہاتھ میں قلم تھا اسی سے شمشیر و سناں کا کام لیا"[2] ایک دوسرے بزرگ موصوف کے بارے میں رقمطراز ہیں "یہ قوم اعداء اللہ پر جہاد کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ اب تلوار نہیں رہی تو خدائے تعالیٰ نے وہی کاٹ چھانٹ ان کے قلم کو عطا فرما دی ہے"[3] آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قلمی و لسانی جہاد انگریزی حکومت کے خلاف قطعاً نہ تھا۔ بلکہ یہ قلمی و لسانی جہاد جن لوگوں کے خلاف تھا

---

[1] ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ان کے گھر کی ایک شہادت پیش کر دی جائے۔ سید محمود شاہ گجراتی نے جو کہ جمعیت علماء پاکستان کے اول نائب صدر ہیں جمعیت کے مرکزی سیکرٹری جنرل عبدالستار خان نیازی صاحب کے نام ایک مراسلہ بھیجا ہے جس میں جمعیت کی مجلس شوریٰ کا ہنگامی اجلاس طلب کرتے ہوئے نورانی صاحب پر الزام لگایا ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی کی گذشتہ دو برس کی آمرانہ روش سے پارٹی کے وقار کو سخت دھچکا لگا ہے۔ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی حمایت میں مولانا نورانی کا گومگو کا طرز عمل اور پاکستان دشمن عناصر کے ساتھ اتحاد کرنا اہل سنت کے خلاف سازش تھی اور انھوں نے ایسا اقدام بیرونی طاقتوں اور اہل سنت دشمن عناصر کے اشارے پر کیا . . . . انھوں نے خط میں الزام لگایا کہ قومی اتحاد کے اجلاسوں میں میاں نورانی نظام مصطفیٰ کے مطالبہ سے گریز کرتے رہے۔ انھوں نے کہا کہ مسٹر رفیق احمد باجوہ اور سید محمود شاہ آف چشتیاں کو ایک سازش کے تحت جمعیت سے الگ کیا گیا اور تقاضوں کے باوجود بھاری رقوم کا حساب نہیں دیا۔ اس طرح انھوں نے لاکھوں روپے خرد برد کر لیے اور پنجابی اور ہندوستانی میں تفرقہ پیدا کی" روزنامہ مشرق ۲۰ ستمبر ۱۹۸۰ء
سچ ہے گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ منہ

[2] رسائل رضویہ جلد اول ص ۸

[3] خالص الاعتقاد ص ۲۱

ان کی تفصیل احمد رضا خان صاحب کی زبانی معلوم کیجئے۔ وہ فرماتے ہیں (جہاد) لسانی کو زبان و قلم سے رد۔ وہ ابھی سن چکے کہ ایسوں ہی پر سب سے اہم واکد۔ بحمد اللہ تعالیٰ خادمان شرع ہمیشہ سے کر رہے ہیں اور باللہ و رسولہ کی مدد شامل ہو تو دم آخر تک کریں گے۔ وہابیہ۔ نیچریہ۔ دیوبندیہ۔ قادیانیہ۔ روافض۔ غیر مقلدین۔ ندویہ۔ آریہ۔ نصاریٰ وغیرہم سے کیا اور اب ان گاندھویہ (مولانا محمد علی جوہر۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی مولانا عبدالماجد بدایونی وغیرہ) سے بھی برسر پیکار ہیں[1]۔ اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ قلم و لسان کے ذریعہ جہاد کا دعویٰ بھی صرف کہنے کی باتیں ہیں اور لوگوں کو بے وقوف بنانے کا ایک حربہ ورنہ ان بزرگوں سے پوچھ دیکھئے کہ احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت معنوی کی طرف سے حکومت برطانیہ کے خلاف کتنے رسائل اور کتابیں تحریر کی گئیں؟ اور قوم میں آزادی کا جوش و ولولہ پیدا کرنے کے لیے کتنا قلمی جہاد کیا گیا؟ حکومت کے خلاف کتنے جلسے کیے گئے؟ اور کتنے جلوس نکالے گئے؟ اور اس سلسلہ میں آنے والے کتنے مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا گیا؟ بلکہ احمد رضا خان صاحب نے اپنی اس عبارت سے واضح کر دیا ہے کہ ان کا قلمی جہاد صرف مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور ان میں افتراق و انتشار پیدا کرنے اور عوام کو مجاہدین آزادی سے برگشتہ کرنے کے لیے تھا اور لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور ان کو کافر قرار دینے کا نام رکھ دیا جہاد! احمد رضا خان صاحب کی اسی روش پر اقبال مرحوم نے فرمایا ؎

دینِ حق از کافری رسواتر است — زانکہ ملا مومن کافر گر است
کم نگاہ و کور ذوق و ہرزہ گرد — ملت از قال و اقولش فرد فرد

---

[1] الحجۃ المؤتمنہ ص ۱۵۔

دینِ کافر فکر و تدبیرِ جہاد
دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

یاد رہے کہ احمد رضا خاں صاحب اور ان کی ذریت[1] کے علاوہ کسی اور مکتبِ فکر نے اکابر امت اور ان کے پیروکاروں پر کفر کا فتویٰ قطعاً نہیں لگایا بہرحال اس طرح سے یہ بریلوی پارٹی انگریزی پالیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کو عملی جامہ پہنانے میں حکومت برطانیہ کی مکمل طور پر آلۂ کار بنی ہوئی تھی۔ اب ذرا غور فرمایئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے فتویٰ تنسیخ جہاد اور احمد رضا خاں صاحب اور ان کی ذریت معنویہ کے ہندوستان سے عملاً جہاد کو ختم کر دینے کے فتووں میں کیا فرق ہے؟ چاہیے تو یہ تھا کہ اگر بالفرض قوم میں جہاد کی سکت نہ بھی ہوتی تو بھی اسے حکم دیا جاتا کہ وہ جہاد کے لیے اپنے آپ کو تیار کرے اور قرآن پاک کی یہ آیت "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ. الآیہ (کفار سے جہاد کے لیے حتی الامکان تیاری کرو) قوم کے سامنے پیش کی جاتی۔ نہ یہ کہ جو لوگ انگریز کے خلاف برسرِ پیکار تھے ان کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی جاتیں اور جہاد کے حرام حرام حرام ہونے کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا۔ لیکن جس کا نصب العین ہی قوم میں جمود پیدا کرنا اور روحِ جہاد کو ختم کرنا ہو وہ اپنے فرائض منصبیہ سے کیسے دست کش ہو سکتا ہے؟ چنانچہ علامہ اقبال مرحوم نے دونوں ہی کے نظریات پر تنقید فرمائی اور عوام کو بروقت دونوں فتنوں سے آگاہ فرما کر ان سے بچنے کی تلقین کی۔ چنانچہ اول الذکر کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ؎

وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

اور آخر الذکر کے نظریہ پر یوں تنقید فرمائی۔

---

[1] بریلویوں کی تکفیر کے کرشمے مکمل طور پر معلوم کرنے کے لیے کتاب "تکفیری افسانے" ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ منہ

؎ فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر!
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر!

شیخ کلیسا نواز کے بارے میں ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک
ہر ایک ہے گو شرحِ معانی میں یگانہ
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رمِ آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

بریلویوں کے استدلال "لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں" کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

؎ کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

(۴) جب ترکوں کے لیے پورے ہندوستان میں چندہ اکٹھا کیا جانے لگا تو ان حضرات نے اس کی مخالفت بھی عجیب انداز سے کی۔ کیونکہ کھل کر تو ترکوں کے خلاف کچھ کہا جا سکتا تھا اور نہ ہی یہ فتویٰ دیا جا سکتا تھا کہ ترکوں کے لیے چندہ دینا حرام ہے اس لیے یہ شور مچانا شروع کیا کہ جو چندہ ترکوں کے لیے جمع کیا جاتا ہے وہ ترکوں تک نہیں پہنچتا بلکہ اس کا بہت سا حصہ لیڈران کرام خود ہضم کر جاتے ہیں تاکہ عوام الناس کارکنوں اور راہنماؤں سے بدظن ہو کر چندہ دینا ترک کر دیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

"غریب مسلمانوں کی محنت کا لاکھوں روپیہ سخت بے دردی سے بے محل اور بے جا صرف کیا۔ بہت سے کارکنوں کو اپنا اُلّو سیدھا کرنے اور ہاتھ رنگنے کا نادر موقعہ دیا[1] الخ"

---

[1] تنظیم بحکم قرآن کریم مطبوعہ مع ضیاء القنادیل ص۱۲ شائع کردہ انجمن حزب الاحناف منڈی لاہور۔

بریلویوں کے مفتیٔ اعظم ہند اور احمد رضا خان صاحب کے فرزند ارجمند محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب تحریر فرماتے ہیں "غریب مسلمانوں نے جو روپیہ نہایت عرق ریزی سخت جانکاہی سے کمایا اور اپنے مظلوم ترک بھائیوں کی امداد کے لیے دیا اس پر اس بیدردی سے چھری چلائیں الخ"[1] خود احمد رضا خان صاحب ارقام فرماتے ہیں "غریب نادار مسلمانوں کی کمائی کا ہزارہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جا رہا ہے اور جائے گا اور محض بے کار رونا فرد جا رہا ہے اور جائے گا۔ ہاں لیڈروں بلغوں کی سیر و سیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ و اقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہو گئے اور ہوں گے"[2] اور احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور مظہر اعلیحضرت مولوی حشمت علی صاحب یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں "تنبیہ، تنبیہ، تنبیہ۔ مسلمانو! ترکوں کی حمایت، اماکن مقدسہ کی حفاظت، سلطنت اسلامی کی اعانت یہ سب دکھانے کے دانت کہ کس طرح مسلمانوں میں اشتعال ہو لاکھوں روپیہ کا چندہ ہاتھ آئے"[3] مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے اس اہم موقعہ پر احمد رضا خان صاحب کو ایک خط لکھا تھا۔ تفصیل خود انہی کی زبانی ملاحظہ ہو۔ "ہم نے خان صاحب کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ اس وقت اسلام پر جو وقت ہے۔ آیا آپ سے ہو سکتا ہے کہ چند دنوں کے لیے مخالفین اسلام پر یہ ثابت کر دیں کہ مسلمان ایسے وقتوں میں باہمی نزاعات کو چھوڑ کر سب اسلام کی خدمت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اور ہم آپ متفق کوشش سے ترک مظلوموں کے لیے چندہ کریں۔ رجسٹری کر کے خط لکھا واپسی کارڈ بھی منضم۔ جواب ندارد۔ ہمارے ساتھ مل کر چندہ نہ کرتے

[1] طرق الہدیٰ والارشاد ص۱۰۲

[2] المحجۃ المؤتمنہ ص۸۳

[3] حاشیہ المحجۃ المؤتمنہ ص۸۹

خود ہی کچھ کرتے وہ بھی معلوم ہے کہ اپنے مدرسہ کے بیچے جلسہ ہوتا تھا اسی شان سے ہوا۔ بلکہ او نالجے جب چندہ ترک مجروحوں کے لیے کہا تو جواب یہ ملا کہ "فقیر کو اس سے کیا تعلق ہے!"[1] مولانا چاند پوری اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "واقعی فقیر کا منصب تو مسلمانوں میں اختلاف ڈلوانا سب پر کفر کا فتویٰ جاری کرنا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ناظرین! کہاں تو مصنوعی نعل مبارک کی کہ وہ تعظیم کر سکے (کتنے) ہزاروں کا چندہ یار کے گھر کے شامیانے کے لیے ہوا اور یہاں اسلام جاتا ہے مگر کان پر جوں نہیں رینگتی۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ کہاں تو تکفیر اہل اسلام کے لیے سفر عرب ہوا اور کہاں اس مصیبت کے وقت چندہ کی بھی کوشش اور سعی بلیغ نہ ہو۔ ندوے کے خلاف جھوٹے رسالے سو سے زیادہ لکھ کر ہزاروں کی تعداد میں شائع کیے۔ بقول اپنے منہ میاں مٹھو حضرات دیوبند کی مخالفت میں ۲۶ برس تک رسائل شائع کیے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ترک مظلوموں کی امداد میں کتنے سطر لکھ کر مطبع شریف سے رسائل اور اشتہارات شائع ہوئے؟"[2]

بغور ملاحظہ فرمایئے یہ ہیں ان لوگوں کے اصلی خدوخال جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاشرکت غیرے واحد ٹھیکیدار ہونے کے مدعی ہیں اور اپنے ماسوا تمام لوگوں کو گستاخ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کافر مرتد واجب القتل قرار دیتے نہیں تھکتے۔ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

[1] توضیح البیان ص۱۳

[2] توضیح البیان ص۱۳

اے طائر لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی — جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(۹) سلطنتِ برطانیہ کی تعریف "اُن کی رعایا پروری، بیدار مغزی اور طاقتور ہونے کی نشر و اشاعت کرنا نیز اس کے عدل و انصاف کے گُن گانا اور اس سے اپنی وفاداری کا اظہار بھی اس بریلوی پارٹی کا طغرائے امتیاز رہا ہے۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی۔ ہر بار جواب ملا کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہوگی"[1] اور بریلویوں کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی رقمطراز ہیں "یہ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ بظاہر ہر طرح طاقتور، بیدار اور آئینِ ملک داری سے خوب واقف ہے"[2] بریلویوں کے مفتیِ اعظم ہند اور احمد رضا خان صاحب کے فرزند ارجمند نصاریٰ (انگریز) کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں "حجاز میں قحط کی یہ کیفیت تھی کہ لحم میتہ (مردار گوشت) بھی باقی نہ رہا تھا اور لوگوں کی تلاش پر وہ بھی دستیاب نہ ہو سکتا تھا۔ نصاریٰ (انگریز) ہندوستان سے اناج کے جہاز بھر کر لے جاتے اور یہاں (فی روپیہ) ۴ سیر بکتا تھا وہاں (فی روپیہ) دس سیر کا فروخت کرتے بلکہ مفت بانٹتے تھے"[3] "جلیانوالہ باغ (امرتسر) میں ہندوستانیوں پر گولی چلا کر ان کے خون سے ہولی کھیلنے والے رسوائے زمانہ ظالم انگریز جنرل اوڈوائر گورنر پنجاب کی خدمت میں پنجاب کے بریلوی پیروں اور سجادہ نشینوں نے ایک سپاسنامہ پیش کیا تھا جس کے چند اقتباسات یہاں درج کیے جاتے ہیں "حضورِ انور جن کی ذاتِ عالی صفات میں قدرت نے دلجوئی، ذرہ نوازی اور انصاف پسندی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے ہم خاکساران باوفا کے اظہار دل کو توجہ سے سماعت فرما کر ہمارے کلاہِ فخر

[1] قہر الدیان ص — [2] حیات صدر الافاضل ص۱۰۱ — [3] حجت واہرہ ص۸

کو چار چاند لگا دیں گے۔ . . . . . جب ہم بے نظیر برطانوی انصاف کو دیکھتے ہیں جس کی حکومت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں تو پھر ہر طرف احسان ہی احسان دکھائی دے رہا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را با کسے کارے نباشد

. . . . . . ہم بیچ عرض کرتے ہیں کہ جو برکات ہمیں اس سلطنت کی بدولت حاصل ہوئیں اگر ہمیں عمرِ خضر بھی نصیب ہو تو ہم ان احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کے لیے سلطنتِ برطانیہ ابرِ رحمت کی طرح نازل ہوئی اور ہمارے ایک بزرگ نے جس نے پہلے زمانہ کی خانہ جنگیاں اور بدامنیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں اس سلطنت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

برہمیں بدنظمیاں سببِ دورِ انگریزی عمل آیا — بجا آیا بہ استحقاق آیا بر محل آیا

. . . . . . ہم حضور سے درخواست کرتے ہیں کہ جب حضور وطن کو تشریف لے جائیں تو اس نامور تاجدار ہندوستان کو یقین دلائیں کہ چاہے کیسا ہی انقلاب کیوں نہ ہو ہماری وفاداری میں سرِ مو فرق نہ آیا ہے اور نہ آسکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم اور پیروان اور مریدان فوجی وغیرہ جن پر سرکارِ برطانیہ کے بے شمار احسانات ہیں ہمیشہ سرکار کے حلقہ بگوش اور جاں نثار رہیں گے۔ . . . . ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضور کے جانشین سر ایڈورڈ میکلیگن بالقابہم جن کے نام نامی سے پنجاب کا بچہ بچہ واقف ہے جن کا حسنِ اخلاق، رعایا نوازی میں شہرۂ آفاق ہے۔ جو ہمارے لیے حضور کے پورے نعم البدل ہیں ہم ان کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں اور ان کی خدمت میں یقین دلاتے ہیں کہ ہم مثلِ سابق اپنی عقیدت و وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں گے"[1] اس سپاسنامہ پر

[1] تکفیری افسانے ص۱۲۹ تا ص۱۳۵ نیز حیات امیر شریعت ص۹۲

پنجاب کے ۳۰ سے زائد سرکردہ اور چوٹی کے نام نہاد بریلوی پیروں کے دستخط ثبت ہیں۔

یہی وہ سپاسنامہ ہے جسے دیکھ کر جناب امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ (م ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) بے حد مغموم ہوئے اور پھر تین دن تک ملتان کے باغ لنگے خان میں اس سپاسنامہ کے خلاف تقریر کرتے رہے۔ آپ نے اپنی تقریر کے دوران پیرانِ عظام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اے پیرانِ طریقت! یہ سپاسنامہ فرنگی کے حضور پیش کر کے آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی تعلیم، ان کے اصول، ان کی روحانی زندگی پر وہ کالک مل دی ہے کہ قیامت تک یہ داغ نہیں دھویا جا سکتا اور نہ یہ سیاہی مٹ سکتی ہے۔ اگر میں ابن سعود کی حمایت کروں تو کافر اور تم ترکوں کے قتل پر دستخط کرو تو مومن؟ تم فتح بغداد پر چراغاں کرو تو مسلمان اور میں فرنگی سے آزادی کے لیے لڑوں تو مجرم! تمہارے تعویذ، تمہاری دعائیں کافر انگریز کی فتح کی آرزو مند رہیں۔ میں سلطنتِ برطانیہ کی بنیاد اکھاڑنے پر رہا۔ تم نے انسانوں سے زیادہ کتے اور سوروں کی قدر کی اور گناہ کو ثواب کا درجہ دیا۔ تمہاری قبائیں خونِ مسلم سے داغدار ہیں۔ اے دم بریدہ سگانِ برطانیہ! صورِ اسرافیل کا انتظار کرو کہ تمہاری فردِ جرم تمہارے سامنے لائی جائے اور تم اپنے نامۂ اعمال کو ندامت کے آئینہ میں دیکھ سکو۔ تمہاری تسبیح کا ایک ایک دانہ تمہارے فریب کا آئینہ دار ہے تمہاری دستار کے پیچ و خم میں ہزاروں پاپ جنم لیتے ہیں اور تم انہیں دیکھتے ہو مگر تمہاری زبانیں گنگ ہیں کہ ان کی موت پر آنسو تک نہیں بہتے۔ وقت کا انتظار کرو کہ شاید تمہاری پیشانیوں کے محراب کی سیاہی تمہارے چہروں کو مسخ کر دے اور تمہارا زہد و تقویٰ ہی تمہاری رسوائی کا باعث بن جائے۔"

پھر حضرت شاہ جی مرحوم نے باغ لنگے خاں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس باغ کے گل بوٹے گواہ رہیں کہ میں نے ۳ دن کی مسلسل تقریروں سے باغبانِ قوم و وطن کے فریب سے بنی نوع انسان کو آگاہ کر دیا۔ باغ کی روشیں میری گفتگو کو اپنے دامن میں محفوظ کر لیں شاید قیامت کے دن میں اپنی نجات کے لیے ان سے طلب کروں۔ اے بادِ بہاری کے خوشگوار جھونکو! شہادت دینا کہ میں نے اہلِ ملتان کے سامنے حق و باطل کے درمیان دیوار کی نشاندہی کر دی ہے۔"[1]

ایسے ہی پنجاب کے نام نہاد پیرزادوں سے خطاب کرتے ہوئے اقبال مرحوم فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر حاضر ہوا تو وہاں سے یہ آواز آئی ؎

آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند — ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں — پیدا کلۂ فقر سے ہو طرۂ دستار
باقی کلۂ فقر سے تھا ولولۂ حق — طروں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار

بہر حال یہ ہے بریلویوں کے "امام اہلِ سنت و مجدد مأتہ حاضرہ" اور ان کی امت کا درخشاں و تابناک ماضی جس کے بل بوتے پر وہ آج تحریکِ آزادی کا نہ صرف کارکن بلکہ قائد ہونے کے دعویدار ہیں۔ لیکن علامہ اقبال مرحوم کی نظر میں ایسے نام نہاد امام اہل سنت کی جو حیثیت ہے وہ ملاحظہ فرمائیں ؎

فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اس کی — جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

یاد رہے کہ ہندوستان میں احمد رضا خاں صاحب ہی وہ واحد شخص تھے جن کے پیروکار

---

[1] حیاتِ امیرِ شریعت ص ۹۹